انفاق فی سبیل اللہ۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

تفسیر السراج۔: پارہ 3

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ
لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ ۲۶۱ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًی ۙ لَّہُمۡ
اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ ۲۶۲ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَۃٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَۃٍ یَّتۡبَعُہَاۤ اَذًی ؕ وَاللّٰہُ
۲۶۳ غَنِیٌّ حَلِیۡمٌ ۙ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی ۙ کَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ
الۡاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَیۡہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلۡدًا ؕ لَا یَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی شَیۡءٍ مِّمَّا کَسَبُوۡا ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی
الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۲۶۴

ان کی مثال جو راہِ خدا میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، اس دانہ کی مثال ہے جس سے سات بالیں اُگیں اور ہر بال میں سو دانے اہوں اور خدا جس کے لیے چاہے بڑھاتا ہے اور خدا کشائش والا ہے سب جانتا ہے۔ (۲۶۱) وہ جو خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذا دیتے ہیں۔ انھیں کے لیے ان کے رب کے پاس بدلہ ہے۔ نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔ ۲(۲۶۲) بھلی بات کہنی اور در گزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا ہو اور اللہ بے پروا بردبار ہے۔ ۳(۲۶۳) مومنو! احسان جتا کر اور ایذا ۴ دے کر اپنی خیرات کو ضائع نہ کرو۔ جیسے وہ جو اپنا مال لوگوں کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہے اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔ سو اس کی مثال اس صاف پتھر کی مانند ہے جس پر کچھ مٹی پڑی ہو۔ پھر اس پر موسلا دھار پانی برسے اور وہ اس کو صاف کر چھوڑے (ریاکار) اپنی کمائی پر کچھ اختیار نہیں رکھتے اور خدا منکروں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (۲۶۴)

Click to expand...

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت۔

ان آیات میں بتایا ہے کہ جس طرح فطرت کا قانون ہر دانے کو جو بویا جائے، کمیت و کیفیت میں بڑھاتا رہتا ہے، اسی ۱ طرح ہمارے اعمال میں بھی ثمر جاری رہتا ہے اور یہ نمو و اضافہ اللہ کی رحمت بے پایاں پر موقوف ہے ورنہ ہمارے اعمال ہرگز اس درجہ کے نہیں ہوتے کہ انھیں قبول بھی کیا جائے۔

اچھے سے اچھا عمل اگر سوءِ نیت کا نتیجہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی قیمت نہیں رکھتا۔مال و دولت کے ڈھیر بھی خدا ۲۔ کی راہ میں خرچ کر دیے جائیں اور دل میں خلوص نہ ہو تو اجر نہیں ملے گا۔ لکل امرءما نوی۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اگر دل میں وسعت نہ ہو اور فراخ دلی سے خدا کی راہ میں خرچ نہ کر سکو تو یہی بہتر ہے کہ ۳۔ نرمی سے سائل کو مطمئن کر دو۔اسے جھڑکنا اور گالیاں دینا اور دل آزار کلمات سے مخاطب کرنا درست نہیں۔

وَاللہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ کہہ کے یہ بتایا ہے کہ خدا کی راہ میں دینا اپنے نفس کی پاکیزگی کے لیے ہے۔خدا کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں۔اس لیے جب کبھی بھی دو تو یہ دیکھ لو کہ تمہارے دل کی اصلاح کس حد تک اس سے وابستہ ہے۔

پیشتر کی آیات میں انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ ساتھ خلوص و حسن نیت کی بزور تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ احسان ۴۔ جتلا کر اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ان آیات میں معیارِ اعمال کی نہایت بلیغ مثال سے تشریح کی ہے۔فرمایا ہے کہ وہ شخص جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔جس کا آخرت پر عقیدہ نہیں،اس کے اعمال ہر گز در خور اعتنا نہیں۔اس کے اعمال کی مثال پتھر کی ایک چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور مینہ کا ایک پر زور چھینٹا اسے بہا کر لے جائے اور وہ لوگ جو خدا کی رضا جوئی کے لیے اور دل کی پاکیزگی وطہارت کے لیے روپیہ صرف کرتے ہیں،ان کا فعل ثمر آوری میں اس سر سبز و شاداب باغ کی طرح ہے جو عام زمین سے ذرا بلندی پر واقع ہو،تاکہ کھلی ہوا اور تازہ روشنی ہر وقت وہاں پہنچ سکے۔وہاں پانی برسے اور باغ میں شاندار تازگی پیدا کر دے۔پیداوار کے اعتبار سے وہ دوگنا چوگنا ہو جائے۔یعنی اعمال کا معیار حسن نیت وارادہ ہے۔نہ حسن عمل،ریاکاری کی چٹان پر حسن اعمال کے بیج نہیں بوئے جا سکتے،البتہ خلوص وللہیت کے جذبات اعمال کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے ہاں مشقت و کوفت کی کوئی قدر نہیں،وہاں تو دلی کوائف کی عزت ہے۔وہ جو دل کا پاک اور سخی ہے،اس کا تھوڑا بھی بہت ہے اور وہ جو خلوص و حسن نیت کی نعمت سے محروم ہے،وہ اگر سیم وزر کے انبار بھی تقسیم کرے تو لائق اجر نہیں،کیوں کہ اس طرح کے ریاکارانہ صدقات سے اس کی طبیعت میں کوئی اصلاح نہیں ہوتی۔اعمال حسنہ کے لیے قرآن حکیم نے ایمان باللہ کو ضروری قرار دیا ہے،اس لیے کہ جب تک ایمان صحیح موجود نہ ہو،دنیا میں اخلاق کا کوئی معیار ہی نہیں رہتا اور ہر شخص حالات و ظروف کے ماتحت اپنے اعمال کی کوئی نہ کوئی تاویل کر لے گا۔غور کرو۔اگر نظام آخرت پر اعتقاد نہ ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اعمال صالحہ کا ارتکاب ہی کیوں کیا جائے؟صرف اس لیے

کہ لوگ اچھا کہیں ؟اور وہ سوسائٹی جس میں ہم رہتے ہیں، خوش رہے۔ یا یہ کہ دنیا کا نظام برقرار رہے اور اس میں کوئی برہمی پیدا نہ ہو مگر سوال یہ ہے کہ ہم اپنی مسرتوں کو دوسروں کی اغراض کے لیے کیوں قربان کریں۔ سوسائٹی کی ناخوشی سے ہم ذاتی لذائذ و حظوظ کی شادکامی سے کیوں محروم رہیں۔ کیا یہ سراسر بے وقوفی نہیں ؟اور اس کا کیوں فکر کریں کہ دنیا کا نظام برقرار رہے۔ کیا ہم کائنات کے اجارہ دار ہیں ؟ جس نے دنیا کو بنایا ہے، وہ اس کی خود حفاظت کرے گا۔ ہم تو وہی کریں گے جس سے ہم کو فائدہ ہو۔ تو گویا اللہ تعالیٰ کے انکار کے بعد" انفرادیت" اور "ذاتیت" کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے اور نیک اعمال کا کوئی معیار ہی قائم نہیں رہتا، اس لیے ضروری ہے کہ ایمان باللہ کی قید کو بڑھایا جائے۔ جس سے اعمال کی قیمت مقرر ہو اور دلوں میں نیکی کے لیے ترغیب پیدا ہو اور نصب العین بلند ہو جائے۔ شہرت وریاکاری نہایت پست قسم کے جذبات ہیں۔ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ کہہ کر یہ بتایا ہے کہ صدقات اس طرح کے ہونے چاہییں کہ ان سے واقعی نفس سے ایک جنگ کرنا پڑے اور بالآخر ضمیر مطمئنہ نفس خادعہ پر غالب آجائے۔ نہ یہ کہ کم قیمت اور غیر ضروری چیزیں اللہ کی راہ میں دے دی جائیں۔

حل لغات

صفوان } چٹان۔ بعض کے نزدیک جمع ہے اور بعض کے نزدیک مفرد { وَابِلٌ } موسلا دھار بارش {صلداً} صاف } پتھر۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا
أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۲۶۵ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ضِعْفَيْنِ
فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۲۶۶ فَاحْتَرَقَتْ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۲۶۷ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ الْأَرْضِ

ان کی مثال جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے دلوں کو ثابت کرنے کو اپنے مال خرچ کرتے ہیں، ایسی ہے جیسے کسی بلندی پر ایک باغ ہو اور اس پر موسلا دھار مینہ برسے۔ پھر وہ اپنے پھل دوچند لائے اور اگر موسلا دھار مینہ اس پر نہ برسے تو اوس ہی کافی ہے اور خدا تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے۔(۲۶۵) کیا تم میں سے کوئی نہیں چاہتا کہ اس کے پاس کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور وہاں اس کے لیے ہر طرح کا میوہ ہو اور اس پر بڑھاپا آجائے اور اس کی اولاد ناتوان ہو۔ پھر اس باغ

پر بگولا آپڑے جس میں آگ ہو اور وہ اس باغ کو جلادے۔ یوں اللہ تمہارے لیے آیتیں بیان کرتا ہے، تاکہ تم فکر کرو۔(۲۶۶) مومنو! اپنی کمائی کی اچھی چیزوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے خرچ کرو اور گندی شے پر نیت نہ رکھو کہ اس میں سے خرچ کرنے لگو، حالانکہ تم خود اسے کبھی نہ لوگے مگر یہ کہ اس میں چشم پوشی کر جاؤ اور جان لو کہ اللہ بے پروا خوبیوں والا ہے۔(۲۶۷)

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی راہ میں پاکیزہ چیزیں دو۔ گری پڑی اشیاء کا تصدق کسی طرح موزوں نہیں، اس لیے کہ جب تک اللہ کی راہ میں دینے سے دل تکلیف محسوس نہ کرے۔ نفس اور ضمیر میں ایک جنگ بپا نہ ہو۔ نفس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور نہ بخل دور ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ جو رب السمٰوٰت والارض ہے۔ جس کے خزانے معمور ہیں۔ ہمارے صدقات کا قطعاً محتاج نہیں۔ وہ تو غنی ہے۔ بے نیاز ہے، اس لیے دیکھنا یہ ہے کہ خدا کی راہ میں دے کر ہمیں کیا ملتا ہے؟ کیا طبیعت کا بخل دور ہو گیا ہے؟ کیا دل میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے آمادگی کا احساس بڑھ گیا ہے یا کیا؟ پھر فرمایا کہ تم بھی دنیا میں تحائف وصول کرتے ہو۔ تمھیں بھی چیزیں دی جاتی ہیں۔ کیا تمھاری خواہش یہ نہیں ہوتی کہ بہترین چیزیں تمھیں دی جائیں۔ ناقص اور نکمی چیز کو تم اپنے لیے ہر گز پسند نہیں کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے لیے تم معمولی اور غیر ضروری اشیاء کیوں پسند کرتے ہو؟ جس چیز کی تمھیں ضرورت نہیں، اس کی اللہ تعالیٰ کو کیا حاجت ہے؟

حل لغات

طَلٌّ} پھوار۔ شبنم {نَخِيْلٌ} کھجور {اَعْنَابٍ} انگور۔}